بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صیہونی اسرائیلیوں کی مسلم آزاری

(یروشلم کے مقاماتِ مقدسہ کی تخریب و توہین)

از جناب نعیم صدیقی صاحب

یہودیوں کے تاریخی کردار کا جائزہ لینے کے لیے میں کچھ عرصہ سے ایک مختصر سے مطالعاتی و تحقیقی منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔ مطالعہ سے حاصل شدہ مواد مسالہ ایک انبار کی صورت میں جمع ہو گیا ہے۔ مزید مطالعہ (جس کا خاکہ بنا رکھا تھا) کا سلسلہ میں نے اس لیے روک دیا ہے کہ جو اہم معلومات و اقتباسات اب تک فراہم ہیں انہی کو ایک مقالے میں سمونا دردِ سر بن گیا ہے، کجا کہ اس کاغذی بوجھ میں مزید اضافہ کروں۔ میرا حال اُس مسافر کا سا ہے جسے متعدد مصروفیات دائیں بائیں سے گھیرے ہوئے ہوں اور جس کے سر پہ وقت کی کمی کے احساس کا کوڑا بار بار لہرا رہا ہو۔

اسی دوران میں الخلیل میں مسجد ابراہیمی کے خلاف اسرائیلیوں کی دراز دستی کا قضیہ اخبارات میں چھڑ گیا۔ متعلق خبری مواد (اور بعض مضامین) کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ مسلم آزار صیہونیت کی طرف سے فلسطین، خصوصاً یروشلم میں مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ اور مذہبی ادارات پر ہونے والی چیرہ دستیوں اور بے حرمتیوں کے متعلق ہمارے یہاں کچھ زیادہ معلومات اشاعت میں نہیں آسکیں۔ میں نے اپنے جمع کردہ مواد میں سے خاص اس موضوع پر اقتباسات لے کر یہ مقالہ مرتب کیا ہے۔ آج (مورخہ ۲۱ اگست) جبکہ یوم مسجد اقصیٰ منایا جا رہا ہے۔ میں ان اوراق کو اشاعت کے لیے ادارہ ترجمان القرآن کے حوالے کر رہا ہوں۔

چند تمہیدی اشارات

میں کسی تعصب کے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قوم یہود جس کے کردار کی تصویر انجیل اور خود تورات میں بڑی عبرت آگیں دکھائی دیتی ہے، اور جس کے خلاف قرآن نے امامتِ اقوام اور شہداء علی الناس ہونے کی مقدس منصب سے معزولی کا فیصلہ دیتے ہوئے بہت ہی جامع اور مسکت چارج شیٹ لگایا ہے، اس

کا مجموعی تاریخی ریکارڈ میرے مطالعہ کی رُو سے بے حد گندہ اور مکروہ ہے۔ اس گروہ نے انسانیت کے بہترین فکری، اعتقادی، اخلاقی اور تہذیبی خزانوں کی بُری طرح لُوٹ مچائی ہے اور اسے یہ کریڈٹ حاصل نہیں ہے کہ اس نے انسانی صلاح و فلاح کے لیے کوئی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہوں۔

تورات کے یہود کا بگاڑ ہی کچھ کم نہ تھا، لیکن ایک ہزار سالہ دور گذار کر تورات کو گم اور مسخ کر دینے کے بعد یہودِ تلمود جس نئے سانچے میں ڈھل کر نمودار ہوئے اُس نے انہیں کچھ کا کچھ بنا دیا۔ تلمود کا دیا ہوا تصوّرِ خدا (جس کے سامنے عقیدۂ آخرت موجود نہیں ہے) بے حد مضحکہ انگیز ہے، اور اسی کے مطابق اُن کا تصوّرِ انسان اتنا خلافِ انسانیت ہے کہ اسے لے کر چلنے والی قوم اپنے دائرے کے باہر کے لوگوں کو نفرت و اذیت کے سوا کچھ نہیں دے سکتی۔ تلمودی تعلیم یہود کو یہ سکھاتی ہے کہ تم خدا کے چہیتے اور لاڈلے ہو (خواہ تمہارے اعمال کیسے ہی ہوا کریں) اور باقی تمام انسان حیوانات (خنازیر، حشرات اور چوپائے) ہیں جن کو انسانی شکل اس لیے دی گئی ہے کہ تم (یعنی یہود) اُن سے خدمات لے سکو۔ غیر یہودیوں کے لیے گدھوں اور کتوں کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں[۱]۔

حد یہ کہ تلمود کے خدا کی طرف سے یہود کو تخریبِ انسانیت کے لیے یہ کھلا لائسنس دیا گیا کہ وہ (غیر یہودیوں کی) ہر استوار عمارت کو مسمار کر دیں، ہر پاک کردار کو داغ لگائیں، تمام سرسبز نباتات کو جلا دیں، جہاں تک ان کی تلوار کی پہنچ ہو، مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیں اور تمام غیر یہودی مذہبی پیشواؤں پر ہر روز لعنت برسائیں[۲]۔ چنانچہ اسی بنا پر سرمایے سے اکابر کے ضمیر خریدنے، جھوٹا پروپیگنڈا کرنے، مخالفین کو قتل کرنے، بچوں کا خون نکالنے اور جنگی حریفوں سے غیر انسانی سلوک کرنے کے جرائم ان میں فروغ پاتے چلے گئے۔

مسلمانوں کے خلاف یہود کے زہریلے جذبات یہود کو جملہ غیر یہودیوں سے عمومی عناد رہا ہے، اور جس ملک میں یہ رہے وہاں کے باشندوں کے لیے ان کا وجود عذاب بن گیا، لیکن علی الخصوص اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس گروہ کا تاریخی اعمال نامہ پورے کا پورا سیاہ ہے۔ یہودیوں کی مسلم دشمنی کا آغاز نبی آخر الزماںؐ کے دور ہی سے بڑے زور شور سے ہوا۔ انہوں نے عقائد و احکام میں کٹ حجتیاں کیں، معاہدے توڑے، حضورؐ کے خلاف قتل کی

[۱] الاستاذ نزار الخطیب۔ حقیقۃ الیہود والمطامع الصہیونیہ (مطبوعہ بیروت) ص ۱۶۔

[۲] ایضاً، ص ۲۳۔

سازشیں بار بار کیں، جادو کے ٹونے ٹوٹکوں سے کام لیا، جنگی مواقع پر غداریاں کیں اور مسلمانوں کی جماعت کے حصار میں منافقین کو داخل کیا۔ پھر انہی لوگوں نے شکست کے انتقام کی آگ میں سلگتے مجوسیوں کا تعاون حاصل کر کے وہ سازشی فضا تیار کی جس میں تین خلفائے راشدین کی شہادت واقع ہوئی، دورِ عثمانیؓ میں اسی سازشی فضا کے بطن سے فتنوں نے جنم لیا اور یہی فتنے دورِ مرتضویؓ میں پورے برگ و بار لائے، یہاں تک کہ امام حسینؓ کے سر سے خون کی لہر گذر گئی اور ملت اسلامیہ کے حفاظتی بند کے اُس آخری ٹکڑے کو توڑ کر عجمی بادشاہت مسند آرا ہو گئی۔ یہی وہ دور ہے جس میں عبد اللہ بن سبا نے اعتقادی تخریب کے لیے تفرقہ کے ایسے بیج مسلمانوں میں بوئے کہ آج تک ہمارے یہاں فصلِ افتراق اُگتی چلی آتی ہے اور مسلسل کانٹے پھیلاتی ہے۔ اس شخص نے وہ راستہ کھولا جس سے خارجیت، باطنیت، بہائیت، بابیت، قادیانیت اور انکارِ سنت جیسے تباہ کن فتنے مسلم معاشرے میں داخل ہوتے رہے۔[۵] تاریخ میں دوڑ دھوپ کر کے مختلف اشخاص سے ملنے اور مختلف اشتعالے اُٹھانے اور وحدتِ اسلامی کو ختم کرنے کے لیے اس کی حرکات کا ریکارڈ ہے۔

بیچ کی تاریخ کی تفاصیل دینا مشکل ہے۔ بس یہود کی مسلمانوں پر اس آخری بڑی کرم فرمائی کی یاد تازہ کرنا ضروری ہے کہ یہی لوگ سلطان عبد الحمید کی معزولی کا باعث بنے کیونکہ سلطان نے یہودیوں کی طرف سے بھاری قیمت کی پیشکش کے باوجود فلسطین کو ان کے ہاتھ بیچنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہ میری مِلک نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی امانت ہے اور اس کا ایک بالشت بھر ٹکڑا بھی کسی کو دینے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ اور پھر انہی یہود نے کچھ باہر سے اثرات ڈال کر، کچھ فری میسن تحریک کے پردے میں سازش کر کے، اور کچھ اپنے دونمہ گروہ (ظاہراً مسلمان، اندر سے یہودی) کو مسلمانوں کے اندر گھسا کر ترک نوجوانوں کو اتحاد و ترقی کے جھنڈے تلے الحاد و تجدد اور

---

۵ عبد اللہ بن سبا کے متعلق حسبِ ذیل کتب ملاحظہ ہوں:

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، المجلد الثالث مطبوعہ بیروت ۱۹۵۷ء ص ۳۳۵۔ (۲) البدء والتاریخ ۵: ۱۲۹۔

(۳) المیزان ۲: ۳۱: ۲۵۹ (۴) تہذیب ابن عساکر ۷: ۴۲۸

MARYAM JAMEELAH ISLAM VERSUS AHLUL KITAB PP. 78:309. (۵)

مغربیت کی راہ پر ڈال اسلام کے بچے کھچے آثار کو ملیامیٹ کرنے کے لیے استعمال کیا۔[۱] سازش کی اس چکی میں مسلمانوں کی نہایت قیمتی شخصیتیں پس گئیں، حتٰی کہ انور پاشا جیسے خادمِ اسلام کے لیے جدید ترکی کی فتح شکست کا پیغام لائی، اور ترکی کی بہت سی قوت بعد کے سالوں میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش میں کھپ گئی، جس کا سلسلہ ابھی تک پوری طرح ختم نہیں ہوا۔

تاریخِ ماضی کے بعد تاریخِ مستقبل کی ایک جھلک اُن توسیعی عزائم میں دیکھی جا سکتی ہے جن کی زد میں مسلم ممالک اور خاص طور پہ مدینہ طیبہ جیسا مقدس مقام آتا ہے۔ ۱۸۹۶ء میں صہیونیت کے بانی مبانی تھیوڈور ہرزل (THEODORE HERZL) نے اپنی کتاب یہودی ریاست (DER JUDENSTAT) میں لکھا ہے کہ ریاست کی شمالی سرحدیں ترکی میں (CAPADOCIA) کے سامنے تک ہوں گی اور جنوب میں نہر سویز تک۔[۲] پیرس کی امن کانفرنس ۱۹۱۹ء کے سامنے صہیونی وفد نے مجوزہ ریاست کا جو خاکہ پیش کیا وہ پورے فلسطین، اردن، شام کی گولان کی پہاڑیوں، جنوبی لبنان اور سینا کے کچھ علاقوں پر مشتمل تھا۔[۳] سابق صدر امریکہ روزویلٹ کے ذریعے سلطان عبدالعزیز ابن سعود کو اس مقصد کے لیے مالِ کثیر کی ناکام پیشکش کی گئی کہ یہود کو نیل اور فرات کے درمیانی علاقے اور شمالی حجاز مع مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے دیا جائے۔[۴] اپریل ۱۹۴۸ء میں امریکی جریدہ نیویارک ٹائمز میں ایک یہودی لیڈر (ابن ہحنت) نے مقالہ لکھا جس میں اس مقصد کے لیے ایک مضبوط فوج کی تیاری کی دعوت دی گئی کہ مدینہ منورہ پہ قبضہ کر کے (نعوذ باللہ) مسجد نبوی اور روضۂ مقدسہ کو ڈھا دیا جائے، تاکہ عربوں اور مسلمانوں کو ذلیل کیا جا سکے۔ یہودیوں کی طرف سے صاف الفاظ میں کہا گیا کہ ہم وہاں (مدینہ و خیبر) سے مسلمانوں کو نکال باہر کریں گے، جہاں سے مسلمانوں نے ہم کو نکالا تھا۔[۵]

اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد یہودی حکومت کے زیرِ اہتمام مسلمانوں کی دل آزاری کی بے حد شنیع حرکت

---

[۱] یہ قصہ عرب مصنفوں کی کتابوں کے علاوہ بہت سی مغربی کتابوں اور رپورٹوں میں بڑی وضاحت سے درج ہے۔ ضرورت کے لیے صرف ایک حوالہ: الاستاذ نمر الخطیب۔ حقیقۃ الیہود..... ص ۴۴ تا ۴۶۔

[۲] PROF. ISMAIL ZAYID - PALESTINE A STOLEN HERITAGE (1974) P-18

[۳] IBID P-18

[۴] الاستاذ محمد الغزالی..... الاستعمار ص ۳۸۳

[۵] بن گوریان ۱۹۴۸ء (حوالہ ازم و فاروقی)

یہ ہوتی کہ نہایت اعلیٰ درجے کے کاغذ پر مغربی جرمنی سے قرآن کا تحریف شدہ نسخہ طبع کرایا گیا اور پھر مسلم ممالک میں تقسیم کر دیا گیا۔ عربی اخبار الدعوۃ۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۶۸ء کے بیان کے مطابق حقیقت کا انکشاف ہونے پر اضطراب پھیلا اور صرف انڈونیشیا میں یہودی قرآن کی ۲۵ ہزار کاپیاں جمع کرکے تلف کی گئیں۔[۱]

ادھر حال ہی میں شرائنرز (SHRINERS) کی رکیک حرکت برسرِعام آئی ہے۔ اِس سلسلے میں سب سے اچھا اور معلوماتی مضمون کیپٹن ممتاز ملک کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ شرائنرز کی تنظیم فری میسن تحریک کی ایک شاخ ہے اور اس کا ایک بڑا مقصد مسلمانوں کی دل آزاری ہے۔ اگرچہ اپنی مقبولیت بڑھانے کے لیے یہ چندے جمع کر کے اپاہج بچوں کے لیے ۲۲ ہسپتال چلا رہی ہے۔ اس کا آغاز کینیڈا کے شہر ٹورنٹو سے ہوا۔ آجکل اس کا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر شکاگو میں ہے۔ اس کے تحت ۲۵ ہزار کلبیں ۱۷۴ روحانی معابد (SHRINES) سے منسلک ہیں۔ سالانہ بجٹ قریباً ۳ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے اکابر شامل ہیں اور امریکہ کے بیشتر صدر تک شریک ہوتے ہیں۔ مندروں یا معابد کے نام مسلم مقامات مقدسہ اور محترم شخصیتوں کے ناموں پر رکھے گئے ہیں۔ مثلاً مکہ، مدینہ، مسلم، ولی، القرآن، محمد، علی، صلاح الدین وغیرہ۔ اپنے جلوس میں یہ ایسی ٹوپیاں پہنتے ہیں جن پر ایسے نام درج ہوتے ہیں جو مسلمانوں کے لیے محترم ہیں، اور پھر یہ شراب نوشی اور رقص اور دوسری بیہودہ حرکات کرتے ہیں۔[۲]

پاکستان کے متعلق یہود کے عزائم بد | یہود کی مسلم دشمنی کا بیان طویل ہوگیا، مگر بس ایک چیز اور درج کرنا ضروری ہے۔ صہیونیت نواز اسرائیلی پاکستان کے بارے میں جو نقطۂ نظر رکھتے ہیں، وہ یوں تو ایک واضح حقیقت ہے، مگر ذمہ داری کے مقام سے ذیل کا قطعی اعلان ایسا ہے کہ اس سے ہر پاکستانی کو باخبر ہونا چاہیے۔

برطانیہ میں صہیونی تحریک کے ترجمان یہودی جریدے جیوئش کرانیکل مورخہ ۹ر اگست ۱۹۶۷ء میں بن گوریان کا ایک لیکچر شائع ہوا جو ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیلی جنگ کے بعد پیرس کی ایک یونیورسٹی میں دیا گیا۔ اس میں واشگاف طور پر کہا گیا کہ:-

"عالمی تحریکِ صہیونی کو پاکستان کی طرف سے درپیش خطرے سے غافل نہ ہونا چاہیے...... اب

---

[۱] ملاحظہ ہو: M. W. GARDIIN — VOICE OF ISLAM V. XVII. 3 No:3, P. 6.

[۲] نوائے وقت ۱۰ ر اگست ۱۹۷۵ء

پاکستان اس تحریک کا اوّلین ہدف ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اُصولی ریاست (IDEALOGICAL STATE) ہماری بقا کے لیے خطرہ ہے...... پاکستان سر تا سر یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے۔ عربوں کی یہ (پاکستان کی طرف سے) محبت ہمارے لیے خود عربوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس بنا پر عالمی صہیونیت کے لیے حد درجہ لازم ہے کہ اب وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔"

(اس اعلان اور پاکستان کے دولخت ہونے میں صرف سوا تین سال کا دفعہ ہے۔ صدیقی)

اس کے ساتھ گوریان صاحب اس قوت کی طرف توجہ فرماتے ہیں جس سے تعاون کر کے پاکستان کو ہدف بنایا جا سکتا ہے۔

ہندوستانی جزیرہ نما کے باشندے ہندو ہیں، جن کے دل پچھلی تمام تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے رہے ہیں۔ اس لیے انڈیا پاکستان کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے حق میں بہترین میدان ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس میدانِ کار سے پورا فائدہ اُٹھائیں اور پاکستانیوں پر ضرب لگا کر ان کو کچل دیں، جو اپنے کھلے اور چھپے منصوبوں کی رُو سے یہودیوں اور صہیونیت کے دشمن ہیں۔[1]

اسرائیلی ریاست کا پورا وجود مسلم دشمنی کا مظہر ہے

اسرائیلی ریاست صہیونیت اور برطانیہ کے ساز باز کی ناجائز اولاد ہے۔ بقول گلب پاشا ایک وطن اصل آبادی سے چھین کر غیر ملکیوں کے حوالے کر دیا گیا۔[2] ۱۹۶۱ء تک گیارہ لاکھ سے زائد عرب نکالے گئے اور ۱۶ لاکھ یہودی باہر سے لائے گئے۔[3] ۱۹۱۸ء میں فلسطین میں مسلمان عربوں کی آبادی ۵ لاکھ ۷۴ ہزار، عیسائی عربوں کی ۷۰ ہزار اور یہودیوں کی ۵۶ ہزار تھی۔ کل آبادی میں یہود کا تناسب صرف ۸ فیصد تھا۔ ۱۹۴۶ء میں اسرائیلی ریاست بننے سے پہلے ہی آبادی کا نقشہ یوں تبدیل ہو گیا: عرب مسلمان (نسلی اضافہ) ۱۲ لاکھ ۳۷ ہزار ۸ سو ۳۳۔ عیسائی عرب ۱ لاکھ ۴۵ ہزار ساٹھ۔ یہودی ۶ لاکھ ۸ ہزار دو سو تیس اور دوسرے لوگ دس ہزار ایک سو ایک۔ یعنی یہودی ۳۱ فیصد ہو گئے۔ مسلمان اور عیسائی عربوں کا مجموعی تناسب ۹۲٪ سے گھٹ کر ۶۹٪ ہو گیا۔ اور اب ۱۹۷۰ء میں یہودی آبادی ۹ ا لاکھ ۲، ہزار ۵ سو ساٹھ

[1] QUTUBUDDIN AZIZ MISSION TO WASHINGTON (KARACHI, JANUARY 1973) P 58

[2] مشرقِ وسطیٰ کے زخم (اُردو ترجمہ از آبادشاہ پوری) ص ۵۸۔

[3] ملاحظہ ہو۔ A STATEMENT OF ARAB DELEGATION (BEFORE U. N. O) PP. 8, 9.

تک پہنچ گئی ہے جس کا تناسب ۸۸ فیصد ہے[۱]۔ ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۶ء کے اعداد و شمار سے واضح ہے کہ مسلمان عربوں کا تناسب بہت زیادہ ہے اور ظلم کا زیادہ سے زیادہ نشانہ وہی بنے ہیں۔

ان کو فلسطین سے نکالنے اور ان کی زمینیں چھیننے کے لیے متعدد مستبدانہ قانون بنا کر اُن کو غیر قانونی طریقوں سے استعمال کیا گیا۔ ستمبر ۱۹۵۳ء میں اسرائیلی وزارت مالیات نے ۴۵ ایسے احکام جاری کیے جن کی رُو سے شمالی فلسطین کی ۴۰ دیہی آبادیوں میں عربوں کے بڑے بڑے قطعات الاراضی ان سے چھین لیے گئے جن کی مجموعی مقدار ۳۰ ہزار ڈونم (DUNUMS) بنتی ہے[۲]۔ پھر دہشت گردی کرنے والی تنظیموں[۳] اور سرکاری محکموں اور افسروں نے طرح طرح سے خوف اور بے بسی کی فضا پیدا کر دی۔ اندھا دھند عربوں کی گرفتاریاں کر کے انہیں حوالات اور جیلوں میں جس طرح کی ذلیل اور شرمناک اذیتوں اور عقوبتوں سے گذارا جاتا ہے ان کا ذکر محمد الغزالی نے اپنی کتاب الاستعمار (ص ۳۸۱ تا ۳۸۳) میں کیا ہے۔ صرف ۱۹۴۷ء میں تشدّد اور بہیمیت کے جو کرتوت ہوئے ہیں ان کا ریکارڈ گھناؤنا ہے۔ اور ایک تازہ کتاب میں آگیا ہے[۴]۔

مسلمان فلسطینی عربوں کی اس روئیداد الم کا سب سے کرب انگیز ورق وہ ہے جس پر یہود کی طرف سے مسلم معابد و مقابر پر چیرہ دستیوں کا ریکارڈ درج ہے۔ اسی کو میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر پہلے ذرا سا ذکر اُن کارروائیوں کا بھی ہو جائے جو عیسائی معابد کے خلاف کی گئیں۔

عیسائی معابد کی توہین مسلمانوں کے بالمقابل بالعموم عیسائی یہودیوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں، (باقی بر صفحہ ۴۴)

---

[۱] برطانوی انتدابی حکومت اور فلسطین کمیشن کی رپورٹوں کے ان اعداد و شمار کے لیے حوالہ:- PROFESSOR ISMAIL ZIYID — PALESTINE A STOLEN HERITAGE (1974), P 31.

[۲] STATEMENT OF ARAB DELEGATION, P 8, 9.

[۳] انگریزوں کی طرف سے قرطاس ابیض (۱۹۳۹ء) شائع ہونے پر برافروختہ صہیونیوں نے ہگانا (HAGANA)، ارگن (IRGUN) اور سٹرن (STERN) نامی دہشت گرد تنظیمیں قائم کیں جو بعد میں نشوونما پاگئیں۔ ZIONIST LEADERS CONSPIRE PUBLISHED BY ARAB DELEGATION, (NEW YARK—1966) P. 29.

[۴] COLONEL NANTANEL LORCH (ONE OF THE ZIONIST OFFICER IN THE INVASION) "EDGE OF THE SWORD."

(بقیہ صیہونی اسرائیلیوں کی مسلم آزاری) اور اب بھی عیسائی آبادیوں کے ممالک ہی اسرائیلی ریاست کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ لیکن میں یہ جان کر حیرت زدہ ہوں کہ یہودیوں نے عیسائی معابد اور مذہبی ادارات پر بھی خوب ہاتھ صاف کیا۔ اس کی وجہ غالباً رومن کیتھولک فرقے کے خلاف ان کا غیظ و غضب تھا۔

میرے سامنے ایک بڑی جامع رپورٹ ہے جو دراصل مختلف اُسقفوں اور پادریوں کے فریاد ناموں کا مجموعہ ہے جن کی نقول اقوام متحدہ، انٹرنیشنل ریڈ کراس، ویٹیکن اور اسرائیلی حکام کو بھجوائی گئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے مذہبی ادارات گولہ باریوں کا نشانہ بنائے گئے، ان میں اسرائیلیوں کے فوجی مراکز قائم کیے گئے، پادریوں اور ننوں اور دوسری عورتوں اور بچوں کو حراست میں ڈالا گیا، فرنیچر، پیتل کا سامان، چاندی کے ظروف، کمبل، بستر، چادریں سٹیشنری اور دیگر تمام قیمتی چیزیں لُوٹ لی گئیں، صلیبیں اور مریم و عیسیٰ کے مجسمے اور ڈھانچے زمین پر گرا کر توڑے گئے۔ تصاویر کو پنخ کر اُن کے فریم اور شیشے تباہ کر دیے گئے۔ کتاب مقدس کے کلمات کے پلے کارڈ روندے اور پھاڑ دیے گئے۔ عمارتوں کے دروازے توڑ ڈالے گئے، مقامِ عبادت کو بیت الخلاء کے طور پر استعمال کیا گیا۔ بعض مقامات پر عیسائی ادارات کے عملے کے متعدد افراد مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ یروشلم کے چار مذہبی سربراہوں نے پوپ دوازدہم کے نام عرضداشت میں لکھا کہ "یہودیوں نے یروشلم کو آگ اور خون سے بھر دیا ہے اور عیسائی گرجوں، اسکولوں، ہسپتالوں اور اقامت گاہوں کو مورچوں میں بدل دیا ہے۔" عیسائیوں کے مقدس مقبروں پر گولہ باری کی گئی۔ اور کیا بیان کیا جائے۔[1]

رومن کیتھولک عیسائیوں کے خلاف ایسے اقدام کرنے والے یہودیوں نے ویٹیکن کو اپنے سرمائے (اور چندوں) سے اس طرح رام کیا کہ باضابطہ نمائندہ مذہبی مجلس نے یہودیوں کو حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دلوانے کے الزام سے بری قرار دے دیا۔

مسلم مقاماتِ مقدسہ کی تخریب و توہین | مسلمانوں کے معابد، مقابر اور اوقاف کے خلاف یہودیوں کی کاروائیاں شدید قسم کے متعصبانہ جذبات اور ایک ردِ عملی مجنونیت کی آئینہ دار ہیں۔ سب سے پہلے میں الاستعمار کا ایک مختصر اقتباس درج کر رہا ہوں۔

"یہود نے فلسطین میں کئی سو مسجدیں مسمار کر دیں اور انہیں مراکزِ لہو و لعب میں بدل دیا، جیسا کہ

---

[1] ملاحظہ ہو:- THE JEWS IN PALESTINE (BY THE UNION OF CHRISTIAN CHURCHES)

یافا میں جامع منشیہ معروف بہ جامع حسن بک پر کیا گیا۔ بعض مساجد کو یہودی کنیسوں میں بدل لیا گیا، جیسے کہ مسجد قدس میں مسجد نبی داؤد کی مثال سامنے ہے۔ یہود نے مسلمانوں کے قبرستانوں کی حرمت پامال کی، انہیں ملیامیٹ کر دیا، قبریں اکھیڑ دیں اور ان جگہوں پر گھر تعمیر کر دیے اور نو آمدہ یہودی مہاجرین کے لیے کالونیاں کھڑی کیں۔ اسلامی اوقاف اور ان کی اراضی اور املاک پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں سے دینی شعائر اور احکام پر عمل کرنے کی آزادی چھین لی اور ان کو عیدوں اور دوسری تقریبوں کے اجتماعات سے محروم کر دیا جو قرونِ بعیدہ سے معمول میں داخل تھے۔ یہودی حاکموں نے شرعی اداروں، اوقاف اور بچی کھچی مساجد اور تمام اسلامی تعمیرات کو مقبوضہ فلسطین میں یہودی وزارتِ ادیان اور اس کے اداروں کے ماتحت کر دیا۔ خود حرمِ قدس شریف میں مکروہ حرکات کیں۔ مورخہ ۱۶، ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء (۹، ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۶۷ھ) کو قدس پر حملہ کرتے ہوئے حرم کے اندر گھوڑے دوڑائے جن کی وجہ سے کثیر افراد کچل کر ہلاک ہو گئے۔[1]

" یروشلم میں یہودیوں نے لوٹ مار اور دہشت انگیزی کی، نیز تاریخی مسلم علاقے میں باب المغربہ کی اس مقصد سے تباہ کاری کی کہ اسرائیلی سیاحوں کے لیے کار پارکنگ کی جگہ بنائی جا سکے۔۔۔۔ عجائب گھر سے بحیرہ مردار کے علاقے سے حاصل شدہ دستاویزات کے طومار (DEAD SEA SCROLLS) چرا لیے گئے اور قدیم دستاویزات اور نوشتوں کے ایک تاجر کے ہاں سے ہیکل کی دستاویزات کے طومار (TEMPLE SCROLLS) زبردستی چھین لیے گئے۔[2]

"مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ صخرہ کے نیچے مشینوں سے کھدائی کی جا رہی ہے تاکہ ہیکل سلیمانی کی قدیم بنیادیں تلاش کی جائیں جسے رومن شہنشاہ ٹیٹس (TITUS) نے تباہ کر دیا تھا۔ اب ہیکل سلیمانی کی تعمیرِ نو کا مجوزہ نقشہ امریکی جرائد میں چھپ چکا ہے۔ اسے دیکھ کر کسی نامہ نگار نے سوال کیا کہ آخر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کس طرح ہو گی جبکہ مجوزہ نقشے کے مطابق عین اسی مقام پر مسجد صخرہ موجود ہے۔ جواباً

---

[1] الاستاذ محمد الغزالی۔ الاستعمار، احقاد و اطماع۔ (دار السعودیۃ للنشر، جدہ، ۱۹۷۰ء) ص ۳۸۱

[2] ملاحظہ ہو:۔ ABDULLAH SCHLEIFER – "THE FALL OF JERUSALEM" THROUGH "CRITARION" KARACHI VOL: 9, NO: 12 (1974) P 26, UNDER THE HEADING BOOKS REVIEWS WRITTEN BY ISMAIL ZAYID,

کہا گیا کہ آخر زلزلے بھی تو آتے ہیں، اور ضروری نہیں کہ زلزلے ہمیشہ قدرت کے لائے ہوئے ہوں۔[1]

اس موقع پر یاد آیا کہ ۲۱ر اگست ۱۹۶۹ء وہ دردناک دن ہے جبکہ یہودیوں نے مسجد اقصیٰ میں آگ لگا کر اپنی پستیٔ دین و اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

یروشلم پر کیا گذری؟ | یروشلم پر جو کچھ گذری ہے اس کے بارے میں ایک جامع دستاویز "قدیم شہر (یروشلم) کی تخریب و توہین" (بزبان انگریزی) میرے سامنے ہے جسے "خواتین عرب کی اطلاعاتی کمیٹی (THE ARAB WOMEN'S INFORMATION COMMITTEE BEIRUT) نے مرتب کیا اور "معرکۂ ماہ جون سوسائٹی" (THE FIGHT OF JUNE SOCIETY BEIRUT) نے شائع کیا ہے میں اس مفصل دستاویز کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جس کے ابتدائی چند پیراگراف تاریخی لحاظ سے اذیتناک حالات کے تدریجی نشوونما کو واضح کرتے ہیں۔ حاشیے میں صفحات کے حوالوں کا اندراج کیا جا رہا ہے۔

۷ر جون ۱۹۶۷ء کو اسرائیلی فوج نے قدیم شہر پر قبضہ کیا اور جنرل موشے دایان نے اعلان کیا کہ ہم نے یروشلم کو آزاد کرالیا ہے..... ہم اس عزم سے واپس آئے ہیں کہ اس سے پھر کبھی جدا نہ ہوں گے۔[2]

۲۰ر جون کو ڈیوڈ بن گوریان (DEVID BEN GURION) نے اخبار یروشلم پوسٹ کے ذریعہ اعلان کیا کہ یروشلم حضرت داؤد کے زمانے میں اسرائیل کا مرکز حکومت رہا ہے، اور اب یہ ہمیشہ اسی حیثیت میں رہے گا۔ پھر جیوئش آبزرور (JEWISH OBSERVER) کے ذریعے اپنے احساسات یوں واضح کیے گئے کہ "یہ نہ صرف اسرائیل کا مرکزِ حکومت ہے بلکہ تمام یہودی قوم کے لیے مرکز ہے"۔[3]

۱ر جون ۱۹۶۷ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ (THE KNESSET) نے اپنے ایک سابق قانون ADMINISTE-RATIVE & LEGAL RULES ORDINANCE, 1948 میں اس مقصد سے ترمیم کی کہ یروشلم کو یہودی ریاست میں ضم کرنے کا اختیار حکومت کو حاصل ہو جائے۔[4]

۲۸ر جون ۱۹۶۷ء کو حکومت کے سیکرٹری کا ایک حکم جاری ہوا جس کی رو سے ایک چارٹ میں دیے ہوئے نئے علاقے اسرائیلی حکومت کے انتظام میں دے دیے گئے۔ ان میں یروشلم کا وہ میونسپل علاقہ بھی شامل تھا جو اردن کے زیرِ انتظام تھا اور ایک لاکھ عرب (بیشتر مسلمان۔ صدیقی) اس میں آباد تھے۔[5]

۲۹ر جون ۱۹۶۷ء کو (ر تاریخوں کو سامنے رکھ کر ذرا کارروائی کی تیز رفتاری دیکھیے۔ صدیقی) اسرائیلی حفاظتی فوج نے

---

[1] M.W. GARDAR— HIS ARTICLE "PLISTINE & CRESCENT" IN VOICE OF ISLAM, VOL. IX, NO: 6 (1970) P-15.

[2] [3] [4] [5] "قدیم شہر کی تخریب و توہین" ("THE RAPE OF THE OLD CITY" P 1, COLUMN. 1.)

ایک حکم کے ذریعے یروشلم کے عرب علاقے کے باشندوں کی منتخب کردہ میونسپل کونسل کو توڑ کر میئر کو برطرف کر دیا اور عرب میونسپلٹی کے ملازمین کو اسرائیلی میونسپلٹی میں منتقل کر دیا۔[1]

۴ر اور ۱۴ر جولائی ۱۹۶۷ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۲ قراردادیں، نمبر ۲۲۵۳ اور نمبر ۲۲۵۴ پاس کیں جن میں اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ایسے تمام اقدامات کو منسوخ کر دے اور آئندہ ایسی کارروائیوں سے باز رہے جو یروشلم کی حیثیت کو تبدیل کرنے کی باعث ہوں۔[2] (اقوام متحدہ کی تقریباً تمام قراردادوں کو اسرائیل نے بے وقعت بنا دیا۔ ان قراردادوں کی تفصیل میرے سامنے ہے۔[3])

یو۔ پی۔ آئی کے ڈسپیچ مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۷ء میں وزیر اعظم اسرائیل لیوی اشکول نے کہا کہ "اسرائیل بغیر یروشلم کے ایسے ہے جیسے وہ سر بریدہ ہو۔" اور "اے ایف پی" کے دوسرے ایک مراسلے کے مطابق اسرائیل کے فوجی ربی نے یہ منظر دیکھنے کی تمنا کا اظہار کیا ہے کہ عین مقدس مسلم معبد الاقصیٰ کی زمین پر یہودی ہیکل کی تعمیر ہو..... اور ٹائم میگزین مورخہ ۲۰ر جون ۱۹۶۷ء کی رپورٹ کے مطابق یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اسلام کے مقدس گنبدِ صخرہ کو ڈھا دیا جائے۔[4]

مشہور جریدے کرسچین مانیٹر مورخہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۶۷ء کا بیان ہے کہ اسرائیلی کیبنٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے پولیس ہیڈکوارٹرز کو یروشلم میں منتقل کر دے۔[5]

یروشلم پوسٹ مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۷ء میں یروشلم کے نئے اسرائیلی میئر (MR. TEDDY KOLLEK) کا یہ اعلان شائع ہوا کہ یروشلم میں ایک مذہبی مزاج کی (یہودی) تنظیم کا دستہ مامور کیا جائے گا۔ نیز یہ بھی کہ قدیم شہر کے یہودی نوآبادکاروں کے لیے دو ہزار کی تعداد میں ایسی مستقل سپاہ آئندہ دو سال کے اندر فراہم کر دی جائے گی۔[6]

۲۷ر اپریل ۱۹۶۸ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے متنبہ کیا کہ وہ یروشلم میں (اعلان کردہ) فوجی پریڈ منعقد کرنے سے باز رہے۔ لیکن اسرائیل نے اس انتباہ کو نظر انداز کر دیا اور جشن منعقد ہوا (یہ تو اس کی مستقل شان ہے ہی! صدیقی) پھر ۲ر مئی کو سیکورٹی کونسل نے ایک اور قرارداد نمبر ۱۹۶۸/۲۵۱ پاس کی جس میں اسرائیل کی طرف سے سابق فوجی قرارداد کی توہین کرنے کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔[7]

۲۱ر مئی ۱۹۶۸ء کو سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر ۲۵۲ پاس کر کے اسرائیل کی طرف سے ۴ر اور ۱۴ر جولائی کی قراردادوں کی توہین پر پھر غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔[8] (اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل اسرائیلیوں کے خلاف غم و غصہ کی قراردادیں پاس کرنے میں بڑی سرگرم رہی ہے۔ صدیقی) [9]

۱؎ THE RAPE OF THE OLD CITY P. 1. COLOMN: 1 ۲؎ IBID P: 1, COL: 2.
۳؎ ISMAIL ZAYID, PALISTINE A STOLEN HERITAGE (1974) P: 26.
۴؎، ۵؎، ۶؎، ۷؎، ۸؎ THE RAPE OF THE OLD CITY, P: 2, COL: 1.

اپریل ۱۹۶۹ء میں ایک یہودی جریدے (HAOLAM HAZEH) میں عارف العارف (AREF-EL-AREF) کی رپورٹ شائع ہوئی جو یروشلم میں رہنے والا عرب مورخ ہے اور اپنے شہر کی بربادی کا عینی شاہد۔ وہ کہتا ہے کہ اب تک (یعنی آج سے چھ سال قبل) اسرائیلیوں نے ۴۵ ۱ مکان ملیا میٹ کیے ہیں، انہوں نے قدیم یروشلم کی ۱۷۳۰ عمارات کو ضبط کر لیا ہے، ان عمارات میں ۱۳۰۸ سکونتی ہیں، ۴۳۸ دکانیں ہیں، ۵ مسجدیں اور ۴ سکول ہیں۔ وہ ایک ایک کرکے عمارات کو اس دعوے کے ساتھ تباہ کرتے ہیں کہ یہ خدمتِ عامہ کا تقاضا ہے ...... ارباب اختیار نے عرب یروشلم کے اندر شیخ جراح کے علاقے میں ۸۳۶/۲۵ ایکڑ اراضی کو بھی ضبط کر لیا ہے۔[1]

۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو ایک نئے قانون کے نفاذ کا اعلان کیا گیا جس کا مقصد تمام عرب پیشہ وروں، صنعت کاروں اور سوسائیٹیوں کی غیر منقولہ جائدادوں کو اسرائیلی قانون کے تابع کرنا تھا۔[2]

۱۵ ستمبر ۱۹۶۹ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر ۲۷۱ میں مسجد اقصٰی کو نقصان پہنچانے کی بنا پر اسرائیلیوں کی مذمت کی۔[3]

اگست ۱۹۷۰ء میں یروشلم کے سابق برطرف شدہ میئر روحی الخطیب نے ضبط شدہ اراضی کے اعداد و شمار پیش کیے اور بتایا کہ ایسا مجموعی رقبہ ۴۲۲۰ ایکڑ ہے۔ اس کے چند ہی روز بعد عبرانی جریدے (DAVAR) نے ۴ ستمبر ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں بتایا کہ متذکرہ اعداد و شمار میں مزید ۳۵ سو ایکڑ کا اضافہ ہو چکا ہے۔[4]

ٹائمز کی اشاعت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء راوی ہے کہ بین الاقوامی ماہرینِ تعمیرات کی ایک کانگریس نے یروشلم کی ترقی کے کام پر طویل المیعاد اسرائیلی منصوبوں کے متعلق گہری تشویش کا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں دور پرے کے (یہودی) سٹہ بازوں کی نفع پرستی پر تنقید بھی کی گئی جس کی وجہ سے عین اُس مدعا کی جڑ کٹ جائے گی جس نے یروشلم کو بے مثال مقام دیا ہے۔ اصل اسرائیلی منصوبے (۱۹۶۴ء) میں ترمیم کر کے ہاؤسنگ منسٹری نے نبی سموئیل کی پہاڑی پر (۴ تا ۱۸ ہزار کے بجائے) ۵۰ ہزار نوآمدہ یہودیوں کی بستیاں بسانے کا فیصلہ کیا۔[5]

متذکرہ کانگریس کی یروشلم برانچ کے صدر نے ردّ و بدل کی اس عاجلانہ کارروائی پر انتباہ دیا کہ یروشلم کے مخصوص حُسن کو غارت کرنا بری سیاست کاری ہے..... ایک اطالوی ماہر تعمیرات نے کہا کہ شہر میں گھومنے کے بعد اس کی طبیعت پریشان اور مضطرب ہے۔[6]

(باقی)

[1]، [2]، [3]، [4] THE RAPE OF THE OLD CITY P: 2 COL-1

[5] THE RAPE OF THE OLD CITY P. 2, COL: 2 [6] IBID. P: 2 COL: 1, 2